مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی خدا کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں۔ حضور کا مضمون بجواب خط مولوی محمد علی صاحب کتابی شکل میں لکھوانا شروع ہو گیا ہے امید ہے کہ جلد ہی شائع ہو جائیگا۔

جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری۔ اور جناب سید محمد اسحٰق صاحب راہوں ضلع جالندھر میں تشریف لے گئے ہیں۔ جہاں آریوں سے مباحثہ قرار پایا ہے۔

مدرسہ احمدیہ کے صحن میں کنواں کھدوایا جا رہا ہے۔

ملیریا کی شکایت عام ہے۔

اخبار احمدیہ

خطوط لنڈن

کامیاب تبلیغی کوششیں

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور قاضی عبداللہ صاحب مشنریان اسلام کی تقریر و تحریر میں عجیب تاثیر مرحمت فرمائی ہے۔ ہر ہفتہ میں کوئی نہ کوئی انگریز جنٹلمین یا لیڈی ان کے مقدس کلمات سے اثر یافتہ ہو کر مذہب صلیب سے توبہ کر کے واحد خدا کے پرستار اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہونیوالے ہو جاتے ہیں۔ ہفتہ گذشتہ میں دو معزز لیڈیاں بنام اہل جو مسز دسر روی جو مسز جو ایک عرصہ سے لیکچروں میں شامل ہوتی تھیں۔ حضرت مفتی صاحب کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئیں اسلامی نام لیلیٰ و فریدہ رکھے گئے۔ فالحمد للہ اور ایک معزز لیڈی نےجس کو مسٹر سیال اور قاضی صاحب بھی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ اور جس کا نام مسز مود لیگٹ ہے حضرت مفتی صاحب کی سعی تبلیغ سے تحریری تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منجانب اللہ نبی ہونے کی کر دی اللہم زد فزد۔ مولوی فاضل عرب صاحب بھی حتی الوسع تبلیغ کا کام سرانجام دیتے رہے ہیں۔ اور جناب قاضی صاحب نواح انگلستان میں تبلیغی دورے پر ہیں۔ اور بہت لوگوں کو اسلام پہنچا رہے ہیں۔ اور لٹریچر تقسیم کر رہے ہیں حضرت مفتی صاحب کے لیکچر لنڈن میں ہر اتوار کو بہت پر رونق ہوتے ہیں۔ ایک ماہ سے زائد ہوا ہے کہ لنڈن پر دشمن کے ہوائی جہازوں کا کوئی حملہ نہیں ہوا تا محمد للہ ۲۶ - جون ۱۹۱۸ء

مندرجہ بالا رپورٹ ۲۶ - جون کو پوسٹ کیگئی تھی - مگر اب معلوم ہوا کہ وہ ڈاک نا ہنجار دشمن نے غرق کر دی اسواسطے دوبارہ ارسال خدمت ہے۔

محمد صدیق انڈین ملازم ہوٹل نزد پکاڈلی از شہر لنڈن

۲

ایک اور نومسلمہ لیڈی

الحمد للہ دین متین اسلام اس ملک میں ہمارے معزز مشنریان حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور قاضی عبد اللہ صاحب کی کوششوں سے روز افزوں ترقی کر رہا ہے - حال میں ایک معزز لیڈی جو لیونشن ورک میں عمدہ کپتانی پر ممتاز ہو چکی ہے - اور ملک امریکہ کی سیاحت کر چکی ہے - حضرت مفتی صاحب کے لیکچروں میں آیا کرتی تھی تبلیغ سے متاثر ہو کر ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئی - اس معزز لیڈی کا نام مس سپتن ہے - اسلامی نام حسینہ رکھا گیا - اللھم زد فزد والسلام - ۹ - جولائی ۱۹۱۸ء از لنڈن نمبر ۴ اشٹریٹ

عبد الحی عرب مولوی فاضل

۳

برادرم قاضی صاحب تا حال ہارتھ میں مصروف بہ تبلیغ ہیں صحت اچھی ہے سان کے متعدد لیکچر ہوئے ہیں - اور ہونے والے ہیں - عاجز یہاں لنڈن میں کام کرتا ہے - لیکچر ہوتے ہیں - بعض لوگوں کے ساتھ مباحثہ کا سلسلہ جاری ہے - کئی لوگ مکان پر آتے ہیں - اور اسلام کے متعلق حالات دریافت کرتے ہیں - ایک بڑے جلسہ میں جہاں بڑے بڑے لارڈ جمع تھے عاجز کو بہت عزت کی جگہ پلیٹ فارم پر دیگئی - اور حاضرین نے جن کی تعداد ہزاروں تھی میرے لئے مبارکباد کے چیرز دئیے - اس کا فوٹو لنڈن کے اخبار ڈیلی ہیکچ میں چھپا ہے - جس کی اشاعت کئی لاکھ ہے - عاجز زکام اور بخار سے کئی روز علیل رہا - اب بھی تھوڑی کھانسی اور سینہ میں درد ہے - دعاؤں سے امداد فرما دیں - والسلام

محمد صادق عفا اللہ عنہ

رائل کمیشن کیلئے نامزدگی

ہمارے محترم بھائی شمشاد علیخاں صاحب ایم - ایس - سی - جو میدان جنگ میں جنگی خدمات ادا کر رہے ہیں - اور جن کے متعلق پہلے شائع ہو چکا ہے - کہ گورنمنٹ نے ان کا انتخاب ای - اے - سی کے لئے کیا ہے - ان کے متعلق یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی - کہ یونیورسٹی کمپنی کے جن سات نوجوانوں کے نام رائل کمیشن کے لئے پیش کئے گئے ہیں - ان میں آپ کا نام بھی شامل ہے - احباب برادر موصوف کی کامیابی صحت و سلامتی اور کامیاب مراجعت کے لئے دعا فرمائیں -

درخواست دعا

برادر محمد وارث صاحب ڈریسر میسوپوٹامیہ سے ڈاکٹر عطاء اللہ خانصاحب کی صحت کے لئے درخواست دعا کرتے ہیں - نیز احباب چودھری نذر محمد خانصاحب ریٹائرڈ ڈیرہ غازیخاں کی صحت کے لئے بھی دعا فرمائیں

نماز جنازہ

برادر اصغر علی خانصاحب فیروز پوری کی لڑکی امت الحبیب فوت ہوگئی ہے - انا للہ و انا الیہ راجعون احباب جنازہ غائب پڑھیں

احمدیان سیالکوٹ اور قرضہ جنگ

جناب میر حامد شاہ صاحب سب رجسٹرار تحصیل سیالکوٹ کے نامہ گرامی سے یہ معلوم ہو کر خوشی ہوئی کہ وہاں کے ذی استطاعت احباب نے قرضہ جنگ میں حسب ذیل حصہ لیا ہے -

مستری نظام الدین صاحب ۵۰۰ روپیہ
جناب میر حامد شاہ صاحب ۱۰۰ روپیہ
ٹیلر ماسٹر عبد العزیز صاحب ۱۰۰ روپیہ

سات آدمی میر صاحب موصوف کے ذریعہ بھرتی ہوئے ہیں -

برنالہ میں جلسہ تبلیغ و تحریک فوجی بھرتی

منشی ظفر حسن صاحب اطلاع دیتے ہیں ۲۹ ستمبر کو مولوی عبد الصمد صاحب برنالہ تشریف لائے - شارع عام پر آپ نے تبلیغی تقریر فرمائی - ہر مذہب و ملت کے لوگ کافی تعداد میں جمع تھے - تقریر کے آخر میں آپ نے حاضرین کو سرکار کی امداد اور فوجی بھرتی کی طرف زور سے توجہ دلائی -

اعلان نکاح

بتاریخ ۱۶ ماہ ستمبر ۱۹۱۸ء بروز جمعہ بعد از نماز عصر مسجد مبارک میں حمیدہ بیگم بنت منشی محمد عبد اللہ صاحب بوتالوی کا نکاح بابو محمد رشید کلرک آرسنل فیروز پور کے ساتھ پانچسو روپیہ حق مہر کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح نے پڑھا

نظم

ہم نے دیکھ لی شان محمدؐ احمدی ہو کر

از جناب مولوی محمد محفوظ الحق صاحب علمی

کیا عالم پہ سایہ آپ نے ظل نبی ہو کر
منور ہم کو فرمایا سراپا روشنی ہو کر

دمادم ٹھوکروں سے لشکر شیطاں کا سر کچلا
کہ آپ اللہ کی جانب سے آئے ہیں جری ہو کر

سعادتمند آئے جنت دین محمدؐ میں
ہوئے فی النار کافر محو دنیائے دنی ہو کر

یہ کیا قہر الٰہی ہے کہ اس کے پاک بندوں پر
درندوں کی طرح حملے کرو تم آدمی ہو کر

غنیمت مان لو للہ اب بھی باز آجاؤ
رہو اس دار فانی میں ذرا تو متقی ہو کر

سمجھتے کیوں نہیں اے واعظو کیا ہو گیا تم کو
جہالت میں پڑے ہو کس لئے تم مولوی ہو کر

جو قائل ہے حیات حضرت عیسی ابن مریم کا
ہمارے سامنے آئے ذرا وہ مدعی ہو کر

اسی پر جی رہے ہیں ہم اسی پر جان دیدینگے
کہ ہم نے دیکھ لی شان محمدؐ احمدی ہو کر

تکبر - سرکشی - انکار - ہٹ دھرمی ذرا چھوڑو
گذارش پھر یہی کرتا ہے علمی ملتجی ہو کر

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان ۲۸ ستمبر ۱۹۱۸ء

مسلمان اخبارات اور "ستیارتھ پرکاش"

گورنمنٹ بنگال نے اخبار انڈین ڈیلی نیوز کے اس دل آزار فقرہ کا جسے اس نے اپنے ۲۷- جولائی کے پرچہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کے متعلق لکھا تھا۔ جو جواب دیا ہے۔ اسے ہم کسی گذشتہ پرچہ میں شائع کر چکے ہیں۔ اس پر معاصر "مشرق" گورکھپور رائے زنی کرتا ہوا لکھتا ہے۔ کہ:-

"ہماری رائے میں مسلمانان بنگال نے اتمام حجت کر لیا۔ اور گورنمنٹ تک اپنے جذبات کو پہنچا دیا اب عدالتی کارروائی کی ضرورت ہے۔ جس کا انتظام ہو گیا ہے۔ ہم کو امید ہے کہ عدالتی کارروائی سے ایک صحیح رائے تک اگر ہم نہ پہنچ سکیں۔ جب بھی ہم کو خاموش نہ رہنا چاہیئے۔ اور ولایت تک اس کو لے جانا چاہیئے۔ اس لئے کہ اگر آج یہ فقرہ جائز مان لیا گیا۔ تو مشنری اور آریہ کو بہت زیادہ موقعہ ملیگا۔ گو اب بھی "ستیارتھ پرکاش" جس کے مصنف پنڈت دیانند جی ہیں اس سے زیادہ جاں سوز و رجاں گسل اور سکافرانہ لٹریچر سے بھری پڑی ہے جس پر معاصر "الفضل" قادیان نے بہت وضاحت سے بحث کی ہے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں کی انجمنیں بالکل خاموش ہیں"

معاصر "مشرق" کی "انڈین ڈیلی نیوز" کے متعلق مندرجہ بالا رائے سے ہمیں اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ آئینی طور پر اس معاملہ کے متعلق گورنمنٹ سے چارہ جوئی کرنا نہایت مناسب بات ہے۔ لیکن اس موقعہ پر ہمیں کچھ اور کہنا ہے۔ اور وہ یہ کہ معاصر موصوف نے تو "ستیارتھ پرکاش" کے نہایت دل آزار لٹریچر کے متعلق "الفضل" کے وضاحت کے ساتھ بحث کرنے کا حوالہ دیکر صرف اسی بات پہ اظہار افسوس کیا ہے۔ کہ "مسلمانوں کی انجمنیں بالکل خاموش ہیں" لیکن اس سے بھی بڑھ کر افسوس کے قابل مسلمانوں کے وہ اخبار ہیں جنہوں نے باوجود ہماری توجہ شرم اور عزت دلانے پر بھی "ستیارتھ پرکاش" کے دلدوز اور جاں گسل فقرات پر نوٹس نہیں لیا۔ "انڈین ڈیلی نیوز" کے اس ناپاک فقرے کے متعلق مسلمان اخبارات رنج اور تکلیف کا اظہار کرنے میں حق بجانب ہیں اور ہم بھی اس دکھ کے ظاہر کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ جب اس انگریزی اخبار کے ایک فقرے کے خلاف اس قدر جوش و خروش کا اظہار کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ "ستیارتھ پرکاش" کے متعلق جس میں ایک دو نہیں بلکہ بیسیوں فقرے اس سے بھی زیادہ ناپاک گندے اور قلب پاش موجود ہیں ان اخباروں نے ایک لفظ تک لکھنا گوارا نہیں کیا۔ غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ انڈین ڈیلی نیوز نے تو صرف اس مقام کے متعلق بے ہودہ سرائی سے کام لیا ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا امانت بردار ہونے کا شرف حاصل ہے۔ نہ کہ آپ کی ذات والا صفات پر کسی قسم کا حملہ کیا ہے۔ لیکن "ستیارتھ پرکاش" تو وہ کتاب ہے۔ جس میں خاص اس خیر البشر سید ولد آدم فداہ ابی و امی کو نعوذ باللہ شہوت سے مطلب برار دوسروں کا کام بگاڑنے والا۔ جھوٹا۔ غیر معتبر خدا کے نام سے مطلب براری کرنے والا۔ عورتوں مردوں کو لالچ دینے والا۔ لوگوں کو جال میں پھنسانے والا۔ خونی۔ بیجیا۔ شہوت پرست۔ جنگلی آدمی شہوت راں۔ بہو پر ہاتھ صاف کرنے والا۔ چالاک۔ ایذا رساں۔ دوسروں کی عورتوں پر عاشق ہونے والا۔ بدچلن۔ عورتوں سے ناجائز تعلق رکھنے والا۔ اور کیا کیا کہا گیا ہے۔ کیا یہ الفاظ ڈیلی نیوز کے زیر بحث فقرہ سے کم دل آزار اور جاں گسل ہیں۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو مسلمان اور ان کے اخبارات بتلائیں۔ کہ ان کے خلاف انھوں نے کیا کارروائی کی۔ کیا انھوں نے گورنمنٹ عالیہ کو ان کی طرف توجہ دلائی اور اسے بتایا کہ ہمارے لئے یہ الفاظ تیر و نشتر خنجر اور تلوار سے بڑھ کر تکلیف دہ ہیں۔ اگر نہیں اور ایسے ایسے ناپاک الفاظ کو انھوں نے شربت کے گھونٹ سمجھ کر پی لیا ہے۔ تو اب وہ خود ہی غور کریں۔ کہ ڈیلی نیوز کے ایک ایسے فقرہ پہ جو "ستیارتھ پرکاش" کے ہر ایک لفظ کی نسبت اپنے اندر بہت ہی کم ناپاکی اور دل آزاری کا مادہ رکھتا ہے۔ ان کا چیخنا چلانا۔ رونا دھونا کس نظر سے دیکھا جانے کا مستحق ہے۔

اگر ان میں دین اسلام کی ایسی ہی محبت ہوتی جیسی کہ ہونی چاہیئے۔ اور اگر وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے ہی شیدائی ہوتے جیسے سچے مسلمان ہوتے ہیں۔ تو پھر ممکن نہ تھا کہ ستیارتھ پرکاش کے ایسے دل آزار فقرات سن کر اپنی مہربان اور عادل گورنمنٹ کو ان کی طرف توجہ نہ دلاتے۔ اور ان کو حرف غلط کی طرح مٹا دینے کے لئے آئینی جدو جہد نہ کرتے۔ لیکن افسوس انھوں نے اس کے متعلق کچھ بھی نہ کیا۔ اور اس دل آزار اور رنجدہ کتاب کی طرف گورنمنٹ کو توجہ دلانا بھی ضروری نہ سمجھا گیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ مسلمانوں کے

دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ عزت و توقیر نہیں ہے جو ہونی چاہئے۔ اور آپ کی ذات والاصفات کے خلاف ناپاک اور گندے الفاظ سُن کر انھیں کوئی صدمہ اور رنج محسوس نہیں ہوتا کیونکہ اگر ہوتا تو "ستیارتھ پرکاش" کے الفاظ سے ضرور ہونا چاہئے تھا۔ اور انھیں اس وقت تک چین نہیں آنا چاہئے تھا۔ جب تک کہ گورنمنٹ اس کتاب کو ضبط نہ کر لیتی۔ انڈین ڈیلی نیوز کے ایک فقرے کے متعلق تو ولایت تک آئینی جدوجہد کرنے کی تحریک کی جا رہی ہے۔ اور انتہائی کوشش اور سعی کو عمل میں لانے کی تجویز ہو رہی ہے لیکن کیا ستیارتھ پرکاش کے متعلق بھی مسلمانوں کو کبھی یہ خیال آیا ہے۔ جس میں ڈیلی نیوز سے کئی گنا بڑھ کر دل آزار اور تکلیف دہ فقرات اسی برگزیدہ خدا کی شان کے خلاف موجود ہیں جس کے روضہ کی ڈیلی نیوز نے بے ادبی کی ہے۔ اگر نہیں آیا اور واقعہ میں نہیں آیا۔ تو ہم یہ سمجھ لینے میں حق بجانب ہیں۔ کہ ڈیلی نیوز کے خلاف آواز اُٹھانا مذہبی اور دینی جذبات کے تقاضہ سے نہیں ہے۔ بلکہ اس میں سیاسی ہاتھ کام کر رہا ہے۔ اور اس شور و غوغا سے مذہبی حسیات کا احترام کرانا مدنظر نہیں ہے۔ بلکہ سیاسی اُلجھنوں کا پیدا کرنا مقصود ہے۔

ہم ڈیلی نیوز کے خلاف آئینی جدوجہد کرنے اور ولایت تک پہنچانے کے مخالف نہیں ہیں۔ لیکن یہ ضرور دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ستیارتھ پرکاش کے خلاف اس قسم کی کارروائی کیوں نہیں کیجاتی اور کیوں اسے ولایت تک پہنچانے کی تجویز نہیں کی جاتی۔ کیا اس سے مسلمانوں کے دینی جذبات کو کوئی صدمہ نہیں پہنچ رہا۔ یا کیا اس میں جو فقرات درج ہیں۔ وہ ناپاکی اور دل آزاری کے لحاظ سے ڈیلی نیوز کے مقابلہ میں ہلکے ہیں۔ اگر نہیں تو مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ اس کے متعلق قانونی چارہ جوئی کرنے کی طرف توجہ کریں۔ اور جہاں تک بھی ہو سکے اس کے خلاف جدوجہد کریں۔ ورنہ کہنا پڑے گا کہ ڈیلی نیوز کے خلاف ان کا جوش و خروش محض نمائشی اور دیگر اغراض کے ماتحت ہے۔ نہ کہ سچا اور مذہبی جذبات کے تقاضا سے

کیا ہم اُمید رکھیں کہ مسلمان اخبارات اس پر غور و فکر کر کے اس بات کا ثبوت دیں گے کہ ان کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر عزت و توقیر ہے۔ کہ آپ کی ذات والاصفات کے خلاف ناپاک الفاظ سننا ہرگز گوارا نہیں کر سکتے۔

ولادت مسیح ناصری کے متعلق حضرت مسیح موعود کا فیصلہ

تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے پیغام میں ایک خط شائع ہوا تھا۔ جس میں انھوں نے حضرت مسیح ناصری کے بن باپ پیدا ہونے سے انکار کیا تھا۔ اس پر انھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے حوالجات سے بتایا گیا تھا کہ حضور نے مسیح کا بن باپ پیدا ہونا تحریر فرمایا ہے۔ پھر آپ ان کے متبع ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔ اس کے خلاف کیوں کر عقیدہ رکھ سکتے ہیں اس کا جواب انھوں نے کچھ نہ دیا تھا۔ جس سے ہم نے سمجھ لیا تھا کہ حضرت مسیح موعود سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہا۔ لیکن حال میں جو ان کی طرف سے یہ دعویٰ شائع ہوا ہے۔ کہ میں مسیح موعود کا روحانی فرزند ہوں۔ اس لئے ہم ولادت مسیح کے متعلق حضرت مسیح موعود کا ایک اور فیصلہ پیش کر کے دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ روحانی فرزندیت کے حقوق کی پاسداری کرتے ہیں۔ یا نہیں۔ اور اپنے روحانی باپ کے مقابلہ میں اپنی ہٹ اور ضد سے باز رہ سکتے ہیں یا نہیں۔

الحکم ۳۰۔ نومبر ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مندرجہ ذیل ڈائری چھپی ہے۔

"سید امیر علی شاہ کے ساتھ **مخدوم الملۃ** کا ذکر چل پڑا حضرت مولوی عبدالکریم رضی کے ذکر پر فرمایا میں ان سے بہت عرصہ سے واقف ہوں۔ اس وقت بھی میں نے ان کو دیکھا تھا۔ جب وہ نیچری تھے۔ اُس وقت بیعت بھی کر لی تھی۔ لیکن ابھی بعض امور ان کے دل میں تھے۔ چنانچہ مسیح کے بے پدر ہونے پر مجھ سے گفتگو بھی کیا کرتے تھے اور کئی بار کہا کرتے کہ ان کا بھی فیصلہ کر دو مگر میں انھیں جواب دیا کرتا۔ کہ ہمارا یہی مذہب ہے۔ کہ وہ بن باپ ہوئے۔ اس کا زبردست ثبوت یہ ہے کہ یحیٰی اور عیسیٰ کا قصہ ایک ہی جگہ بیان کیا ہے پہلے یحیٰی کا ذکر کیا۔ جو بانجھ سے پیدا ہوئے۔ دوسرا قصہ مسیح کا اس کے بعد بیان فرمایا۔ جو اس کی ترقی پر ہونا چاہئے تھا اور وہ یہی ہے۔ کہ **وہ بن باپ پیدا ہوئے** اور یہی امر خارق عادت ہے۔ اگر بانجھ سے پیدا ہونے والے یحیٰی کے بعد باپ سے پیدا ہونے والے کا ذکر ہوتا تو اس میں خارق عادت کی کیا بات ہوتی۔ اور عیسائی جو ان کے بن باپ پیدا ہونے سے خدا بناتے ہیں اس کا جواب دوسری جگہ دیدیا **ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم**

اب اگر بن باپ پیدا ہونے والا خدا ہو سکتا ہے۔ تو پھر جس کے ماں اور باپ دونوں نہ ہوں وہ تو بدرجہ اولیٰ خدا ہوگا۔ مگر اُن کو وہ خدا نہیں مانتے۔ اور ایسا ہی یحیٰی میں بھی خدائی ماننی چاہئے۔ کیونکہ وہ بانجھ سے پیدا ہوئے تھے۔"

یہ ہے خدا تعالےٰ کے بھیجے ہوئے حکم عدل کا فیصلہ اب چاہیے تو مولوی محمد علی صاحب اسکو قبول کریں۔ اور چاہیں تو

خطبہ عید اضحیٰ

فلاح دارین قربانی میں ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی
فرمودہ ۱۷ ستمبر ۱۹۱۸ء

ہر ایک ترقی کے لئے قربانی لازمی ہے

قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم فقد کذبتم فسوف یکون لزاما (۲۵-۷۷)

اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ کہ ہمیشہ کسی جماعت کی ترقی اور اس کی بلندی قربانیاں چاہتی ہے۔ اور کوئی جماعت ایسی نہیں ملیگی جسے بغیر قربانی کے ترقی حاصل ہوئی ہو۔ کوئی انسان ایسا نہیں ملیگا جسنے بغیر قربانی ترقی پائی ہو۔ ترقی اور کامیابی کے لئے ضرور قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اور جب تک انسان قربانی نہ کرے وہ کوئی بڑی کامیابی اور عزت حاصل نہیں کر سکتا پس ہر ایک وہ شخص جس کے مدنظر ترقی ہو خواہ دنیاوی ہو یا دینی اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ تمام ان قربانیوں پر عامل ہو جو اس ترقی کے لئے ضروری ہیں اور ان قربانیوں کے لئے اس کے دل میں کسی قسم کی جھجک اور کسل پیدا نہ ہو۔ کیونکہ جس کے دل میں ایسا خیال پیدا ہوتا ہے۔ وہ کوئی قربانی نہیں کر سکتا اور جو قربانی نہیں کرتا اس کی امیدیں ناامیدی سے بدل جاتی ہیں اور اسکی ترقی کی خواہشات کبھی پوری نہیں ہو سکتیں۔

چھوٹی چیز بڑی چیز کیلئے قربان ہو رہی ہے

دنیا میں قربانی کا قانون ہر کام میں جاری ہے اور چھوٹی چیز بڑی چیز کے لئے قربان ہو رہی ہے۔ دیکھو غلہ لاکھوں اور کروڑوں من بڑی محنت سے پیدا کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ یہی کہ انسان کے اندر ایک بھٹی ہے جس میں جھونک دیا جاتا ہے۔ ہندو ہون کرتے ہیں اور اس میں گھی۔ صندل ناریل وغیرہ وغیرہ چیزیں جلاتے ہیں۔ حالانکہ ان چیزوں کو بیرونی آگ پر جلا کر ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ خود انسان کے اندر ہی ایک آگ ہے۔ جس میں ان کو جلایا جاتا ہے۔ اور اس طرح وہ اس کی زیست کا باعث بنتی ہیں کیا یہ صحیح نہیں کہ کروڑوں من غلہ انسان کی زیست کے لئے اس کے پیٹ کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ اور اربوں من بھوسہ جانوروں کے تنور شکم میں جلایا جاتا ہے۔ یہ کیوں اس لئے کہ جانوروں اور انسانوں کی زندگی بھوسہ اور غلہ سے بہت قیمتی ہے۔ اور وہ اسی صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ ان چیزوں کو اس کے لئے قربان کیا جائے۔ پس وہ اس کی خاطر قربان ہوتی ہیں۔ پھر ایک بڑی آدمی کی بقا کے لئے۔ جس سے ملک اور قوم کو فائدہ پہنچتا ہو ہزاروں چھوٹے انسان قربان ہوتے ہیں اور ہزاروں اپنے وقت علم اور محنت اور جان تک کو اس کی زندگی قائم رکھنے کے لئے قربان کر دیتے ہیں۔

بڑی چیز کے لئے بڑی قربانی کرنیکی ضرورت ہوتی ہے

تو تمام دنیا کے کاموں میں قربانی کا سلسلہ جاری ہے۔ اور جتنی کارآمد کوئی چیز ہوتی ہے۔ اتنی ہی زیادہ اس کے لئے قربانی کی جاتی ہے۔ بعض انسانوں کے لئے ہزاروں، لاکھوں انسان قربان ہو جاتے ہیں۔ ایک بادشاہ کے لئے۔ ایک جرنیل کے لئے ایک افسر کے لئے بیسیوں نہیں سینکڑوں اور ہزاروں آدمی اپنے آپ کو قربان کر دیتے ہیں۔ اور اگر ایک کارآمد انسان بہت بڑی انسانی قربانیوں کے بعد بچا لیا جائے۔ تو بہت بڑی کامیابی سمجھی جاتی ہے اور جس دن ایسی کامیابی حاصل ہوئی ہو اسے عید کا دن سمجھا جاتا ہے۔ اور اس قسم کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ کہ جو شخص کسی قوم کے لئے یا ملک کے لئے یا مذہب کے لئے مفید تھا اور لاکھوں انسانوں کی زندگی کا سہارا اور ان کے لئے آرام کا باعث تھا اس کی حفاظت کے لئے اگر ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کو بھسم ہونا پڑا ہے تو ہوگئے ہیں اور اس ایک جان کے لئے بیشمار جانیں قربان کر دیگئی ہیں۔ اور قربان ہونے والے اس قربانی پر فخر کرتے ہیں۔ کہ یہ خدمت ہم بجا لا سکے۔

بیرم خاں کے لئے اس کے غلام کی قربانی

اس قسم کے نظاروں کے شاہد تاریخی اوراق ہیں جن سے اس قسم کے بہت سے واقعات مل سکتے ہیں۔ یہ تو ایک مشہور واقعہ ہے۔ اور ہندوستان کی تاریخ پڑھنے والے بچے بھی جانتے ہیں۔ کہ جس وقت ہمایوں بادشاہ شیر شاہ سے شکست کھا کر بھاگا ہے اس وقت اس کا مشہور جرنیل بیرم خان دشمنوں کے قبضہ میں آگیا۔ جس کے ساتھ اس کا غلام بھی گرفتار ہوا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ بیرم خان کون ہے تو غلام نے کہا میں ہوں۔ اسپر بیرم خاں نے بہت کوشش کی کہ وہ اپنا آپ دشمنوں پر ظاہر کر دے اور انھیں یقین دلا دے۔ کہ میں ہی بیرم خاں ہوں لیکن اس کے غلام نے ایسا رنگ اختیار کیا اور ایسے طریق سے گفتگو کی کہ دشمنوں کو یقین آگیا کہ یہی بیرم خاں ہے۔ اور انھوں نے اسے قتل کر دیا اس طرح بیرم خاں بچ گیا۔ اگرچہ غلام نے جھوٹ سے کام لیا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اس نے اپنے آپ کو آقا پر قربان کر کے اس کی جان بچائی۔

کیونکہ وہ سمجھتا تھا۔ کہ میرے وجود کی نسبت اس کا وجود بہت قیمتی اور کار آمد ہے۔ چنانچہ بیرم خاں ہمایوں کے اس مصیبت کے وقت میں بہت کام آیا۔ اور اسی کے ذریعہ ہمایوں کو بہت سی فوج ملی جس سے اس نے ہندوستان کو دوبارہ فتح کیا۔

نپولین کی مثال

یہ تو ایک شخص کی قربانی کا واقعہ ہے۔ بعض جگہ تو ہزاروں اور لاکھوں انسانوں نے صرف ایک شخص کے لئے اپنی جان قربان کردی ہے۔ ابھی قریب ہی کے زمانہ میں ایک مشہور بادشاہ گذرا ہے۔ جس کا نام نپولین تھا۔ یہ ایک معمولی خاندان کا ممبر اور بہت ہی معمولی حیثیت کا انسان تھا۔ حتیٰ کہ مورخین کو اس کے والدین کے تاریخی حالات میں بھی شک پڑا ہوا ہے۔ بعض اس کے والد کے متعلق کچھ لکھتے ہیں۔ اور بعض کچھ۔ یہ جزیرہ کارسیکا کا رہنے والا تھا۔ اور تعلیم پانے کے لئے فرانس میں آیا تھا۔ لیکن اپنی دانائی اور ملک کی خیرخواہی کی وجہ سے آہستہ آہستہ فرانس کا بادشاہ بن گیا۔ فرانس میں جب بغاوت اور فساد ہوا تو بادشاہ اسی کو بنایا گیا تھا۔ نسلی یا خاندانی تو کوئی وجہ ایسی نہ تھی کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوتے اور اسے اپنا شہنشاہ بنا لیتے لیکن اس میں جو قابلیت اور ملک کی خیرخواہی تھی اس کی وجہ سے یہ مقام ایسا حاصل ہوا کہ بعض اوقات لاکھوں ہزاروں انسان اس کی خاطر اور اس کی حفاظت کرتے ہوئے ذبح ہوگئے آخری دفعہ واٹرلو کے میدان میں جب انگریزوں اور جرمنوں نے اس کو شکست دی ہے اس وقت کے واقعات نہایت موثر اور رقت پیدا کرنے والے ہیں۔ اس کے متعلق اسی کا ایک جرنیل لکھتا ہے کہ جس وقت نپولین کو یہ دھوکا لگ گیا کہ اس نے سمجھا اس کی فوج کا وہ حصہ جسے اس نے پیچھے اپنی مدد کے لئے محفوظ رکھا تھا کہ بعد میں آملے۔ وہ آرہا ہے۔ حالانکہ انگریزوں کی فوج وہ دشمن کی فوج تھی۔ اور وہ نکل قریب آگئی تھی۔ تو یہ خبر سنکر بھی نپولین نے پاس گیا۔ جس وقت میں گیا۔ تو ہماری ساری فوج پراگندہ ہو رہی تھی۔ اور گولہ بارود بالکل ختم ہوچکا تھا۔ آگے اور پیچھے دونوں طرف دشمن حملہ آور تھا۔ اس خطرناک صورت میں ہر ایک جرنیل نپولین کے پاس آتا۔ اور کہتا کہ اب آپ میدان سے ہٹ جائیں۔ لیکن اس کا یہی جواب تھا کہ جس میدان میں میں اپنے ملک کے نوجوانوں کو لاکر قربان کر رہا ہوں اس سے خود کس طرح ہٹ جاؤں۔ میں یہاں سے کبھی نہیں ہٹونگا۔ اس وقت توپخانہ کے آدمی ہنستے ہوکر نپولین کے گرد کھڑے تھے۔ جن سے پوچھا گیا۔ کہ جب تمھارے پاس لڑائی کا سامان نہیں۔ تو کیوں نہیں ہٹ جاتے۔ انھوں نے کہا۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے پاس سامان نہیں ہے۔ لیکن ہم اس لئے میدان سے نہیں ہٹتے کہ ہمارے ہٹنے سے نپولین پکڑا جائیگا۔ آخر اس کے گارڈ کے آدمی بھی کٹنے شروع ہوگئے۔ بلکہ قریباً کٹ گئے۔ تو بھی نپولین میدان سے ہٹ جانے پر آمادہ نہ ہوا۔ اور اس کی جان نہایت خطرہ میں پڑگئی۔ تو دو جرنیل آئے اور انھوں نے اس کے گھوڑے کی باگیں پکڑ لیں۔ اور کہا کہ اب ملک کی خیرخواہی ہمیں مجبور کرتی ہے۔ کہ اس بارہ میں آپ کی اطاعت نہ کریں۔ یہ کہا اور نپولین کے گھوڑے کو ایڑ لگا کر دوڑاتے ہوئے میدان سے لے گئے۔

سب سے بڑی قربانی کیا ہے

اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ نپولین کے لئے کس قدر لوگوں نے اپنے آپ کو قربان کیا ہوگا۔

تاریخ اس سے بھی بڑی بڑی قربانیاں ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔ یہ قربانیاں تو وہ تھیں جو ایک آدمی کے لئے کی گئیں۔ لیکن ایک وہ قربانیاں ہوتی ہیں۔ جو اس سے بھی بڑی ہوتی ہیں۔ اور آدمی کی قربانیاں ان قربانیوں کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ وہ چیز جس کے لئے۔ اس سے بھی زیادہ قربانیوں کی ضرورت ہے وہ حق اور صداقت ہے۔ اللہ کا قرب اور اس کی محبت ہے۔ اللہ کی رضا کا حصول ہے۔ ور انسانوں کو جو اصلی اور حقیقی بڑائی حاصل ہوتی ہے۔ وہ بھی اس کے حصول کے بعد ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے آدمی تھے۔ لیکن کیوں اسی لئے کہ خدا کی رضا ان کو حاصل تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی نوع انسان کے سردار اور سب سے بڑی شان اور عظمت رکھتے تھے۔ اور رکھتے ہیں۔ کیوں اسی لئے کہ سب سے زیادہ خدا کا قرب اور اس کی رضا آپ کو حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس چیز نے تمام آدمزادوں سے بڑا اور معزز بنایا۔ وہ خدا کا قرب اور اس کی رضا ہی ہے۔ اور اسی کی وجہ سے آپ کا درجہ سب سے بلند اور اعلیٰ ہے۔ تو بڑائی اسی میں ہے۔ کہ ہم خدا کی رضا حاصل کریں۔ خود رسول کریم کی بڑائی بھی اسی میں ہے رسول کریم کی بڑائی اپنی ذات کے باعث نہیں موسیٰؑ کی بڑائی اپنی ذات کے باعث نہیں۔ نوحؑ و ابراہیمؑ کی بڑائی اپنی ذات کے سبب نہیں۔ ان کی بڑائی اور بزرگی کا سبب خدا کی محبت اس کا قرب اور اس کی رضامندی ہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسولوں کی سرداری کس بات سے حاصل تھی، اسی سے کہ آپ سب سے زیادہ خدا کی محبت میں گداز تھے۔ اور آپ پر سب سے زیادہ خدا کے صفات جلوہ گر ہوئے تھے۔

تو حق و صداقت رضا اور قرب الٰہی ایسی چیزیں ہیں۔ کہ ان کے لئے جتنی بھی بڑی سے بڑی قربانی کرنی پڑے۔ کرنی چاہئے۔ دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عزیز اور قیمتی جان کو میدان میں دشمنان حق کے مقابلہ کے لئے اسی لئے جانا پڑا کہ آپ حق کی حفاظت کریں۔ چونکہ دشمن حق کو مٹانا چاہتے تھے اس لئے آنحضرت جیسی قیمتی جان کو بھی اس کی حفاظت کے لئے اپنی قربانی دینے سے انکار نہیں تھا۔ اس سے سمجھ لو کہ حق کتنی بڑی اور عظیم الشان چیز ہے۔

اور اس کے لئے تمہیں کس قدر قربانی کرنی چاہئیے

جو طوعاً قربانی نہیں کرتا اسے کرہاً کرنا پڑتی ہے

تمام کائنات میں یہ قانون جاری ہے کہ چھوٹی چیز بڑی چیز کے لئے قربان ہو رہی ہے۔ بڑے درخت کے نیچے چھوٹا درخت ہو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ چھوٹا بڑے کے لئے قربان ہو جائیگا۔ اور سوکھ جائیگا۔ یہ خدا کا قانون ہے۔ اس سے کسی چیز کو مفر نہیں۔ اور تمام قدرت اس بات کا شاہد ہے کہ جو خوشی سے قربانی کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اسے بھی دوسروں کے لئے قربان کر دیا جاتا ہے۔ دیکھو انسان کے فنا ہونے کے ہزاروں ذریعے ہیں۔ کہیں مختلف قسم کی بیماریوں سے لوگ مرتے ہیں۔ کہیں زہر سے مر جاتے ہیں بعض قتل کئے جاتے ہیں۔ غرض ہزاروں ذریعوں سے لوگ مرتے ہیں۔ اور کوئی نہیں جو ہمیشہ زندہ رہا ہو۔ سب سے بڑا انسان جو دنیا میں آیا۔ اور جس سے بڑا قیامت تک نہیں آئیگا۔ وہ ہمارے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن کیا آپ زندہ رہے ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کو بھی آخر دنیا کو چھوڑنا ہی پڑا۔ آپ کی وفات کو حضرت مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے لئے بطور دلیل پیش کیا کرتے تھے کہ جب آپ زندہ نہیں رہے۔ تو حضرت عیسیٰ کس طرح زندہ رہ سکتے ہیں۔ آپ سید ولد آدم تھے۔ تمام بنی آدم کے سردار تھے۔ اور آپ کی وہ شان ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے۔ قُل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو اور اس کے محبوب بننا چاہتے ہو۔ تو اس کا ایک ہی ذریعہ ہے۔ اور وہ یہ کہ میری اطاعت کرو۔ جب تم ایسا کروگے۔ تو خدا تعالیٰ تم سے پیار کرے گا۔ پس جب آپ ایسا عظیم الشان اور بے نظیر انسان بھی بالآخر فوت ہی ہو گیا۔ اور ایسے وقت میں ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے جلیل القدر انسان کو کہنا پڑا کہ اگر کوئی یہ کہیگا کہ آنحضرت فوت ہو گئے ہیں۔ تو میں اس کا سر تلوار سے اڑا دونگا غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دنیا چھوڑنا ہی پڑا۔ اور آپ کی وفات پر حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

كنت السواد لناظري
فعمي عليك الناظر
من شاء بعدك فليمت
فعليك كنت احاذر

کہ تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ تیرے فوت ہونے سے میری آنکھ اندھی ہو گئی ہے۔ تیرا مرنا مجھ پر شاق تھا۔ اب جو چاہے مرے مجھے اس کی کچھ پروا نہیں۔

غرض مرنا تو سب کو ہے۔ لیکن موت وہی مبارک ہے۔ جو خدا کے لئے۔ اور اس کے دین کی خاطر ہو۔ غلہ ہزاروں من ضائع ہو جاتا ہے لیکن کیا وہ قیمتی کہا جا سکتا ہے۔ یا اسے جو انسان کے پیٹ میں جائے۔ پھر وہ پھل قیمتی ہے جسے انسان کھائے۔ یا وہ جو اگرچہ کچھ زیادہ دنوں درخت پر رہے لیکن گل سڑ کر زمین پر گر پڑے یقیناً ماننا پڑیگا کہ وہی پھل قیمتی ہے جسے انسان نے کھایا اور جو انسان کے جسم کا کوئی جزو بنا اور خدا کی رضا کے ماتحت چلنے والا ہوا مثلاً وہ سیب کس قدر قیمتی تھا جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا۔ اور وہ آپ کے جسم اطہر کا کوئی حصہ بنا۔ اور اس نے اس ذریعہ سے خدا کی رضا کے حاصل کرنے والے کام کئے تو اس سیب کو نہایت قیمتی کہا جائیگا۔ اور اس کی موت و قربانی قابل قدر ہوگی۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا جزو ہوئی۔ اسی طرح وہ جان جو خدا کی راہ میں صرف ہوئی۔ وہ قیمتی ہو سکتی ہے۔ یا وہ جو یونہی ضائع ہو گئی۔ یقیناً خدا کی راہ میں قربان ہونے والی قیمتی ہے۔

وہ موت مبارک ہے جو خدا کیلئے اختیار کیجائے

پس جب موت سے ایک انسان کو بچاؤ نہیں ہے اور اس سے کوئی باہر نہیں۔ تو پھر کیوں انسان اپنی جان ایسی جگہ صرف نہ کرے جس سے خدا کی رضا حاصل ہو کیونکہ مبارک ہے وہ موت جو خدا کے لئے قبول کیجائے۔ بابرکت ہے وہ مال جو اس کی راہ میں صرف ہو۔ اور جس کا نتیجہ رضاء مولیٰ ہو۔ اور افسوس اس زندگی پر جو خرچ تو ہو۔ حق رضامندی کے لئے خرچ نہ ہو۔ افسوس اس مال پر جو صرف تو ہو لیکن رضاء مولیٰ کے لئے صرف نہ ہو۔ ضائع ہوگئی وہ زندگی جو خدا کے لئے نہ دیگئی اور تباہ ہو گیا وہ مال جو اس کی راہ میں صرف نہ ہوا۔ اور برباد ہو گیا وہ وقت جو خدا کی محبت سے خالی گذرا۔ خدا نے تو انسان کے لئے بڑے بڑے اعلیٰ درجہ کے مدارج رکھے ہیں۔ مگر افسوس کہ اکثر انسان اُن کی طرف سے لاپروائی کرتے ہیں۔

انسان کی ابتدا اور انتہا

انسان اگر اپنی ابتدا پر غور کرے تو حیران ہو جائے۔ کہ کن کن چیزوں کا خلاصہ ہے اور کیسی ادنیٰ چیزیں اس کا جزو ہیں۔ کچھ چنے ہیں۔ کچھ ماش ہے۔ اور کچھ گیہوں ہے کچھ ساگ پات وغیرہ چیزیں ہیں جو اس کے باپ نے کھائیں۔ اور ان سے ایک خلاصہ تیار ہوا جو اس کی ماں کے رحم میں گیا۔ اور اس سے وہ پیدا ہوا اور خدا کی توفیق سے چلنے پھرنے لگا۔ پھر خدا نے اپنے فضل کی راہیں اس پر کھول دیں اور اپنی ذات و صفات کا علم حاصل کرنے کے لئے اس کی جنس میں سے کسی انسان پر اس کی خاطر اپنا کلام نازل کیا پھر اسکو توفیق دی۔ کہ اس کلام کو سنے۔ اور اسے تسلیم کرے۔ خدا کے ان مرسلوں میں ایک سب سے عظیم الشان

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

انسان اپنی اس ابتداء کو دیکھے اور پھر انتہا پر نظر کرے۔ ابتداء میں تو وہ کہیں گوشت میں نظر آتا ہے۔ کہیں سبزی میں کہیں غلہ وغیرہ میں۔ مگر انتہا یہ ہوتی ہے۔ کہ ازلی ابدی خدا اس پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس سے محبت کرتا ہے۔ اور اس کی ہر جگہ اور ہر حالت میں اور ہر شر اور ہر مصیبت میں اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اگر ضرورت پڑے تو اس کی خاطر لاکھوں انسانوں کو قربان کر ڈالتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کونسا درجہ ہے۔ جو انسان کو حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ کس طرح حاصل ہو سکتا ہے اسی طرح کہ خدا کے لئے اپنے آپ کو قربان کر دیا جائے۔ اور جو خدا کے لئے اپنے آپ کو قربان کرتا ہے وہ ضرور کامیاب ہو جاتا ہے۔

خدا کے لیئے کی ہوئی قربانی ضائع نہیں جاتی

پس اس بات کو خوب یاد رکھو کہ جو خدا کے لئے قربان ہوتا ہے۔ وہ مس خام بھی ہوتا ہے تو کندن ہو کر نکلتا ہے۔ بکرا ذبح ہوتا ہے۔ تو انسان اس کو کھاتے ہیں۔ اور اس طرح اس کی قربانی ضائع نہیں جاتی۔ بلکہ انسانوں کے جسم کا جزو بن جاتا ہے۔ اسی طرح ہزاروں چیزوں کو انسان کے لئے قربان ہونا پڑتا ہے۔ اور انسان کو خدا کے لئے قربان ہونا پڑتا ہے۔ پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ خدا کا محبوب ہو جاتا ہے۔

دنیاداروں اور خدا کے نبیوں کا انجام

جو لوگ خود خدا کے لئے قربان نہیں ہوتے فنا تو ان کو ہونا ہی پڑتا ہے۔ مگر ان کی یہ فنا قابل قدر نہیں ہوتی۔ اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ دنیا میں ہی ان کی زندگی کیلئے وبال ہو جاتی ہے۔ آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ بہت سے لوگ ہوتے ہیں۔ جن کے علم کی بڑی شہرت ہوتی ہے۔ مگر ان پر ایک وقت ایسا آجاتا ہے۔ جبکہ وہ ارذل العمر کو پہنچ جاتے ہیں ایسی حالت میں لوگ جو ان کے شاگرد اور عزیز ہوتے ہیں۔ اور جو ہمیشہ ان کے مشوروں کے محتاج ہوتے ہیں۔ ان کی باتوں پر ہنسنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو سٹھیا گیا ہے۔ یا کہتے ہیں میاں اس کے پاس کیا جائیں۔ وہ تو بڑھاپے کی وجہ سے چڑچڑا ہو گیا ہے۔ ایک دن تو وہ معلم ہوتا ہے۔ لیکن جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو متعلم بھی اس کو کوئی نہیں بناتا۔ یا تو وہ استاد ہوتا ہے۔ یا وہ شاگرد ہونے کی بھی اہلیت نہیں رکھتا۔ غرض وہ قعر مذلت میں گر کر اس حالت کو پہنچ جاتا ہے۔ مگر جو خدا کی راہ میں اپنے آپ کو قربان کر دیتے ہیں۔ اور اس کے پیارے ہوتے ہیں۔ ان کی یہ حالت ہرگز نہیں ہوتی۔ دنیا میں بڑے بڑے بادشاہ ہوئے ہیں۔ جن کا بڑا رعب اور بڑی سطوت تھی۔ لیکن آخری عمر میں فالج کی وجہ سے ان کے ہوش و حواس زائل ہو گئے۔ اور وہ ان کی زندگی ان کے لئے موت سے بدتر ہو گئی۔ پھر کئی بادشاہ ایسے گذرے ہیں جن کے آخری لمحہ نہایت حسرت و یاس کے ساتھ ختم ہوئے۔ اور وہ ہاتھ ملتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔ مگر کوئی ایک نبی بھی تو ایسا نہیں گذرا جس کا ایسا انجام ہوا ہو بڑے بڑے جرنیل گذرے ہیں جو ایڑیاں رگڑتے رگڑتے مر گئے ہیں۔ اور بڑے بڑے بیمار رہے ہیں۔ جنہوں نے نہایت عبرت انگیز طریق سے دم توڑا ہے۔ مگر نبیوں اور ان کے خلفاء میں سے کسی کی یہ حالت نہیں ہوئی۔ کیوں اس کی کیا وجہ ہے۔ یہ کہ۔ چونکہ وہ خدا کی راہ میں مرنے سے پہلے مر چکے ہوتے ہیں اس لئے خدا انھیں ہمیشہ کی ہلاکت سے بچا دیتا ہے۔ انسان کو قربان تو ہونا ہی پڑتا ہے۔ کوئی اپنے نفس کے لئے قربان ہوتا ہے۔ کوئی عزت کے لئے۔ کوئی اپنے کسی عزیز کے لئے۔ اور کسی کو زمانہ کے ہاتھوں قربان ہونا پڑتا ہے۔ مگر مبارک ہے وہ جو خدا کے لئے قربان ہو۔ اور قربانیوں کے لئے ہلاکت ہے۔ مگر خدا کے لئے قربان ہونے کا نتیجہ میں ہمیشہ کی زندگی نصیب ہوتی ہے۔ اور ایسے شخص کو ہمیشہ ہمیش کے لئے ہلاکت سے بچا لیا جاتا ہے۔ بلکہ جو اس کو فنا کرنے کے لئے اٹھے۔ اس کو فنا کر دیا جاتا ہے اور مٹا دیا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود کا ایک ابتدائی الہام

حضرت مسیح موعود کا اس وقت کا ایک الہام ہے جس وقت آپ کی بیعت میں ابھی ایک شخص بھی نہ تھا۔ کہ قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم

آپ نے دیکھا کہ ہزاروں بھیڑیں ہیں۔ جو زمین پر لٹائی ہوئی ہیں۔ اور قصائی چھریاں لے کر ان کو ذبح کرنے کو تیار ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس حالت میں میں نے دیکھا کہ انھوں نے منہ آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔ گویا کسی آواز کی منتظر تھیں۔ اس وقت میری زبان پر یہ آیت تھی۔ قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم

میرا یہ پڑھنا تھا کہ ان قصائیوں نے ان کے گلوں پر چھری پھیر دی اور وہ بے دردی سے ذبح ہو گئیں۔

نبیوں کا مقابلہ کرنے والوں کا انجام

اس کا یہ مطلب تھا کہ اس رنگ میں حضرت مسیح موعود کو یہ سمجھایا گیا کہ تو نے جو خدا کے لئے اپنے نفس کو قربان کیا ہے۔ اس سے ہماری حضور میں تو اس قدر معزز ہو گیا ہے۔ کہ تیری خاطر ہزاروں اور لاکھوں کو ہم قربان کر دیں گے۔ حضرت مسیح موعود کو آپ کے مخالف بھیڑوں کی شکل میں دکھائے گئے۔ بھیڑوں کا قاعدہ ہوتا ہے۔ کہ وہ گند کی طرف

جاتی ہیں۔ اس سے بتایا کہ تیرے مخالف بھی بدی کی طرف جائیں گے۔ اور چاہیں گے کہ تجھکو ہلاک یا فنا کر دیں۔ مگر تو ان کی مخالفت کی ذرا پروا نہ کرنا۔ ہم تیری خاطر ان لاکھوں کو فنا کر دیں گے۔ اور جو تجھکو مٹانا چاہیں گے۔ ہم ان کے نام و نشان مٹا دیں گے۔ خدا تعالیٰ کو اپنے پیاروں کے مقابلے میں کسی کی پروا نہیں ہوتی۔ دیکھو حضرت نوح کا مقابلہ کرنے والوں نے نوح کو ادنیٰ درجہ کا خیال کیا اور آپ کو مٹانا چاہا۔ مگر خدا نے ایک نوح کی خاطر کشتوں کو پانی میں غرق کر دیا۔ اور ذرہ پروا نہ کی اسی طرح حضرت موسیٰ کا مقابلہ فرعون نے کیا اور آپ پر ہنسی اڑانے کے لئے ہامان سے کہا کہ ایک محل تو بنا تا اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو دیکھوں۔ چونکہ حضرت موسیٰ کہتے تھے۔ کہ میرا رب بلند اور عرش پر ہے۔ اس لئے اس نے اس طرح ان کے ساتھ ہنسی اور تمسخر کیا۔ اگر وہ محل بنوا کر اس کے اوپر چڑھتا تو وہاں بھی خدا اپنی قدرت اسے دکھا سکتا تھا۔ مگر اس نے نہ چاہا کہ اسے اوپر چڑھنے پر تباہ کیا جائے اور اس طرح اسے زمین سے بلند ہونے کا موقع دیا جائے۔ اس لئے خدا نے اپنا وجود جو اسے دکھایا تو اس طرح پر کہ سمندر کی تہ میں اس کو بٹھا دیا۔ اور وہاں اپنی قدرت کا جلوہ دکھایا۔ اس نے تو بطور تمسخر خدا کو دیکھنے کے لئے اوپر چڑھنا چاہا تھا۔ مگر خدا نے بوجہ اس کی سرکشی اور استہزاء کے اتنا بھی اسے موقعہ نہ دیا۔ بلکہ اسے تحت الثریٰ میں گرا دیا۔ اب دیکھو کہ وہ فرعون جو حضرت موسیٰ پر ہنسی کرنے کے لئے محل بنوانا چاہتا تھا۔ خدا نے اس سے کیا سلوک کیا۔ یہ کہ اپنی قدرت نمائی کے لئے اسے سمندر کے نچلے حصہ میں غرق کر دیا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کو لوگوں نے ذلیل کرنا چاہا اور آپ کے مٹانے کی کوشش کی۔ مگر حضرت عیسیٰ معزز ہوئے اور آپ کو ذلیل کرنے والے خود رسوا اور ذلیل ہو گئے۔

اب سوال ہوتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰؑ کے پاس۔ حضرت نوحؑ کے پاس حضرت عیسیٰ کے پاس اور بانافر ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ کیا چیز تھی۔ جس کی وجہ سے خدا نے ان کو یہ رفعت بخشی اور ذلیل کرنے والوں کو ذلیل و رسوا ہی نہ کیا بلکہ صفحہ عالم سے مٹا دیا۔ وہ محض صداقت اور حق تھا جو ان کو دیا گیا۔ اور ان کی قربانی تھی جو انھوں نے خدا کی راہ میں کی۔ چونکہ ان کا مقابلہ کرنے والے در اصل ان کو نہیں مٹانا چاہتے تھے بلکہ وہ خدا کا مقابلہ کر رہے تھے اس لئے خدا کو ان کے تباہ کرنے میں کیا پروا ہو سکتی تھی۔

قربانی کی حقیقت ایک تمثیل کے ذریعہ

پس جو قربانی خدا کے لئے کی جائے وہ ہرگز ضائع نہیں جاتی بلکہ اس سے ہمیشہ کی بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہر ایک انسان کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو خدا کی راہ میں قربان کر کے ہمیشہ کی زندگی حاصل کرے۔ ورنہ قربان تو اسے ہونا ہی ہے۔ اگر خود بخود نہ ہوگا تو خدا تعالیٰ کا ہاتھ اسے کر دیگا۔ لیکن اس طرح اس کا قربان ہونا کسی مصرف کا نہ ہوگا۔ پس مبارک ہے وہ جس نے خود اپنے آپ کو خدا کی راہ میں قربان کیا۔ اور ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گیا۔ اور ہلاکت ہے اس کے لئے جسے خدا نے تباہ و برباد کر دیا۔ اس لئے وہی راہ اختیار کرنا چاہیئے۔ جس سے ہمیشہ کی سلامتی نصیب ہوتی ہے۔

دیکھو مثلاً دو جگہ آگ جل رہی ہو۔ اور انسان کو اختیار دیا جائے کہ ان میں سے جس میں چاہے اپنے آپ کو ڈال دے۔ جن میں سے ایک میں گرنے کا تو یہ نتیجہ ہو۔ کہ جو اس میں گرے وہ ہمیشہ کے لئے تباہ ہو جائے اور دوسری کا یہ انجام ہو کہ جو اس میں پڑے۔ اس کو ایسی زندگی دیجائے۔ جس کا کبھی انقطاع نہ ہو تو بتاؤ ان میں سے کونسی آگ میں گرنے والا عقلمند کہلائیگا۔ وہی جو اپنے جسم کو ایسی آگ میں جلائیگا۔ جس میں جل کر ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ اسی پر قیاس کر لو کہ انسان ایک ایک چیز سمجھے کہ جس پر ضرور فنا آنی ہے۔ خواہ وہ ہزار چاہے۔ کہ بچ سکوں۔ تو بھی نہیں بچ سکتا۔ اسی طرح اپنے مال کو سنبھال سنبھال کر رکھنے کی ہزار کوشش کرے۔ وہ ضرور خرچ ہوگا۔ یا چرایا جائیگا۔ یا کوئی اور آفت آئیگی۔ زمین میں گاڑ کر بھول جائیگا۔ اسی طرح بال بچے ہیں عزیز و رشتہ دار ہیں۔ ان سب سے ایک نہ ایک دن ضرور جدائی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ وہ اس کو چھوڑ جائیں گے۔ یا یہ ان کو چھوڑ جائیگا۔ اور اگر انسان چاہے بھی کہ ان سے جدا نہ ہو تو اس کو اس میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن جو جان خدا کے رستہ میں خرچ ہو جو مال اس کی راہ میں صرف ہو۔ اور جن عزیزوں کو خدا کے لئے قربان کیا جائے۔ ان میں سے ایک چیز بھی الگ نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ وہ اس سے بڑھا چڑھا کر اس کو دی جاتی ہیں۔ تو کیوں نہ انسان ان چیزوں کو خدا کے لئے ہی صرف کرے دانائی کس میں ہے۔ آیا اس میں کہ وہ ان چیزوں کو خدا کی راہ میں قربان نہ کر کے بچانا چاہتا ہے۔ مگر نہیں بچا سکتا۔ یا اس میں کہ جو خدا کے لئے خرچ کر ڈالتا ہے اس کی یہ چیزیں ضائع نہیں کی جاتیں ماننا پڑیگا۔ اور ہر دانشمند اس کو تسلیم کریگا کہ دانشمندی اسی میں ہے۔ کہ ان اشیاء کو خدا کے لئے قربان کر دیا جائے۔ تاکہ وہ ضائع نہ ہوں۔ کیونکہ ابدی نجات خدا کے لئے قربانی کرنے میں ہے۔ اور ابدی ہلاکت خدا کے لئے قربانی کرنے میں بخل کرنے میں ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے قل ما یعبؤ بکم ربی لولا دعاؤکم فقد کذبتم فسوف یکون لزاما ان کو کہہ دو کہ خدا کو تمہاری کیا پروا ہے۔ اگر تمھاری دعا نہ ہو۔ پس ضرور تم نے جھٹلایا۔ اس جھٹلانے کے وبال سے تم بچ نہیں سکتے۔ یہی الہام حضرت مسیح موعود کو ہوا۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تم ان بھیڑوں سے کہدو۔ کہ تم ہو کیا چیز غلاظت کھانے والی بھیڑیں ہی ہو۔ اور تمھاری تخلیق نطفہ سے ہے۔ جو ایک حقیر پانی ہے اگر تم خدا کی رضاء کے حصول کی طرف نہیں آتے۔

تو اس کو تمھاری کچھ پروا نہیں۔ بچہ کو مٹی کے کھلونے کی پروا ہوتی ہے۔ مگر خدا کو تمھاری اتنی بھی پروا نہیں۔ اگر تم اس کی عبادت کرو۔ تو اس کی شان بڑھ نہیں جاتی۔ اور اگر انکار کرو تو اس کا کچھ حرج نہیں ہوتا۔ ایک بچہ کو کھلونا توڑتے وقت تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ مگر خدا کو ساری دنیا کے ہلاک کر دینے میں اتنی پروا نہیں ہو سکتی۔ ہاں تمھاری دعائیں اور التجائیں ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ تم پر رحم فرماتا ہے۔

غیر مبائعین کا سب سے پہلا جھگڑا

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب خلافت اور انجمن کی حیثیت اور تعلقات کا جھگڑا اٹھا۔ تو اس کے متعلق حضرت خلیفہ اول نے چند سوال میرے پاس بھی بھجوائے اور ان کا تحریری جواب دینے کے لئے ارشاد فرمایا۔ چونکہ یہ معاملہ نہایت نازک اور اہم تھا۔ اور جماعت پر بڑا اثر ڈالنے والا تھا۔ اس لئے میں ڈرا کہ اس میں کوئی ایسی رائے نہ دیدوں۔ جس سے خدا کے عذاب کا مستوجب ٹھہروں۔ اگرچہ میں خلیفہ کو انجمن کا مطاع یقین کرتا تھا۔ لیکن بغیر دعا کے میں نے اس کے متعلق رائے نہ دینا چاہی۔ اس لئے میں دعا میں مصروف ہو گیا۔ اور خدا سے اس بارے میں مدد طلب کی۔ کیونکہ میں چاہتا تھا۔ کہ خدا تعالیٰ بالکل کھلے اور واضح طور پر مجھے الہام یا کشف و رویا کے ذریعہ اس حقیقت پر مطلع فرما دے۔ پس میں دعا میں مصروف رہا لیکن مجھ کو کچھ تفہیم نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ وہ دن آ گیا۔ جو آخری تاریخ حضرت خلیفۃ المسیح نے جواب دینے کے لئے مقرر فرمائی تھی۔ اور صرف ۲۴ گھنٹے اس میں باقی رہ گئے۔ اس وقت میں سخت مضطرب ہوا۔ اور میں نے فیصلہ کر لیا۔ کہ چونکہ مجھے خدا کی طرف سے کچھ نہیں بتایا گیا۔ اس لئے میں اس مجلس میں ہی نہیں جاؤنگا کہیں اور باہر چلا جاؤنگا۔ لیکن اس ارادہ پر بھی اطمینان نہ ہوا۔ آخر جب اضطراب زیادہ ہوا تو اسوقت مجھے الہام ہوا کہ قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم اس سے میرا شرح صدر ہو گیا کہ میں جس خیال پر ہوں وہ درست ہے۔ اگر قُل کا لفظ نہ ہوتا۔ تو اس کے معنے یہ ہوتے۔ کہ خلافت کے منکروں کا جو خیال ہے۔ وہ درست ہے۔ لیکن یہاں لفظ قُل تھا۔ جس طرح کہ آنحضرت اور حضرت مسیح موعود کو خدا نے حکم دیا کہ تم کہدو اسی طرح مجھے کہا گیا۔ کہ جو تمھارے خلاف خیال رکھتے ہیں۔ ان کو کہدو کہ یورپ کی تقلید میں کامیابی اور فلاح نہیں۔ یہ دینی سلسلہ ہے۔ اس لئے جس طرح خدا کے نبیوں کے خلیفہ ہوتے رہے ہیں اسی طرح یہاں بھی خلافت ہی ہو گی۔ لیکن اگر وہ باز نہیں آئینگے۔ تو خدا کو ان کی کوئی پروا نہیں۔ کامیابی اسی میں ہے کہ وہ خدا کے حضور گر جائیں اور زاری کریں۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو خدا کا عذاب موجود ہے۔ جب میرا شرح صدر ہو گیا تو پھر میں نے حضرت مولوی صاحب کو اپنی رائے لکھ کر بھیجدی۔

عید اضحی کی قربانی کیا سکھاتی ہے

تو فرمایا قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم آج بھی قربانیوں کا دن ہے۔ خدا کی طاقتوں میں کمی نہیں آ گئی۔ خدا اب بھی وہی خدا ہے۔ جو پہلے تھا۔ بلکہ آج پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ ظاہر ہو رہا ہے۔ کیونکہ آج کل ہلاکت کے بہت زیادہ سامان پیدا ہو گئے ہیں۔ ہزاروں قسم کے نئے امراض پیدا ہو چکے ہیں اور خود انسان نے اپنی ہلاکت کے لئے عجیب عجیب آلات ایجاد کر لئے ہیں پہلے تلوار کے وار سے زرہ پہنکر انسان بچ سکتا تھا۔ تیر سے محفوظ رہ سکتا تھا۔ لیکن اب کوئی زرہ نہیں جو گولی کی زد سے بچا سکے طاعون سے وہ ٹیکا نہیں بچا سکتا۔ جو بمبئی میں بنتا ہے بلکہ اس کا علاج وہی ٹیکہ ہے۔ جو قادیان میں تیار ہوتا ہے۔ پس اس خدا کے لئے حق و صداقت کے لئے قربانیاں کرو۔ اپنے آپ کو عزیز و اقارب کو مال و دولت کو عزت و حرمت کو غرضیکہ ہر پیاری سے پیاری چیز کو اس کی راہ میں خرچ کرو۔

حضرت ابراہیم کی قربانی

دیکھو کیسے عظیم الشان نتائج ہیں۔ اس قربانی کے جو حضرت ابراہیم نے کی حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کو قربان کرنا چاہا۔ آج دنیا میں جہاں بھی کوئی خدا کا سچا نام لیوا ہے۔ حضرت ابراہیم کی اس سنت پر عمل کرتا ہے۔ اور یہاں تک خدا نے آپ کو بزرگی دی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو دعا کی جاتی ہے۔ اس میں بھی حضرت ابراہیم کا نام بطور تمثیل کے داخل کیا گیا ہے۔ اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم

عمل و نیت لازمی ہے

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ عمل کے ساتھ جب تک نیت نہ ہو عمل کوئی چیز نہیں۔ حضرت ابراہیم نے ایک بیٹے کو قربان کرنا چاہا۔ مگر آپ کی نیت بہت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ قربانیاں تو بہت بہت لوگوں نے کیں۔ لیکن ابراہیم کی اس ایک قربانی کو کوئی نہیں پہنچتی۔ کیونکہ جو نیت ان کی تھی۔ ویسی کسی کی نیت نہیں مثلاً جنگ احد میں مشہور ہو گیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ تو ایک صحابیہ عورت گھبرا کر مدینہ سے نکل آئی۔ اور ایک شخص سے جو میدان جنگ سے واپس آ رہا تھا۔ اس نے پوچھا کہ آنحضرت کا کیا حال ہے۔ اس نے اس کا تو کوئی جواب نہ دیا۔ اور کہا کہ تیرا باپ شہید ہو گیا ہے۔ عورت نے کہا رسول کریم کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ تیرا بھائی بھی شہید ہو گیا۔ عورت نے کہا میں رسول کریم کا حال پوچھتی ہوں۔ وہ شخص چونکہ آنحضرت کو بخیر و عافیت دیکھ آیا تھا۔ اس لئے بے فکر تھا۔ اس نے کہا اے عورت تیرا خاوند بھی مارا گیا۔ اس نے کہا میں تجھ سے رسول کریم کا حال پوچھتی ہوں۔ ان کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا وہ

تو زندہ وسلامت ہیں - عورت نے کہا الحمد للّٰہ جب آنحضرت زندہ ہیں تو کسی کی موت کی پروا نہیں تو اتنے رشتہ دار اس عورت نے قربان کئے - مگر حضرت ابراہیم اور اس عورت کی نیتوں میں کچھ تو فرق تھا - کہ ابراہیم کے محض ارادہ کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ قرار پا گیا ہے - مگر اس عورت کی ان قربانیوں کا ایسا نتیجہ نہیں نکلا - اسی طرح عبد اللّٰہ ابن ابی ابن سلول کے بیٹے نے اپنے باپ کو اس لئے قربان کرنا چاہا - کہ اس نے رسول کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے حضور گستاخی کی - یہ قربانیاں بجائے خود تو بہت بڑی تھیں - لیکن حضرت ابراہیم کی نیت کا مقابلہ ان کی نیت نہیں کر سکتی - اسی لئے نتیجہ میں فرق ہوا - اسی طرح مسلمانوں کی عراق میں ایرانیوں سے جب جنگ ہو رہی تھی - تو ایرانی میدان میں ہاتھی لائے تھے - وہ مسلمانوں کو کچلتے پھرتے تھے اور ایسی حالت مسلمانوں کی ہو گئی تھی - کہ اگر وہاں شکست ہو جاتی تو ایران وعراق میں مسلمانوں کی فتوحات کا خاتمہ ہو جاتا - اس وقت ایک مسلمان عورت کے چار بیٹے تھے - اس نے ان چاروں کو بلایا - اور کہا کہ میں نے تمہیں پرورش کیا - اور تمہارے باپ کی کبھی خیانت نہیں کی - میرا تم پر حق ہے - اور وہ حق میں آج اس طرح مانگتی ہوں کہ تم چاروں جاؤ اور اسلام کی حفاظت میں جان دیدو - مگر پیچھے نہ ہٹو - جان دینا کیسی بھی ایک قربانی ہے - مگر اس کے چار بیٹے دے دینے اور حضرت ابراہیم کے ایک بیٹا قربان کرنے میں بڑا فرق تھا - اور وہ فرق نیت کا ہی تھا - جس سے معلوم ہوا کہ نیت پر ہی ہر قسم اعمال کا نتیجہ مرتب ہوتا ہے -

رسول کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی نسبت فرمایا - کہ ان کی بزرگی ان کی نماز و روزہ کی باعث نہیں ہے - بلکہ اس بات کے باعث ہے جو ان کے دل میں ہے - یعنی نیت - پس درجہ کو بڑھانے والی عمل سے بڑھ کر نیت ہوتی ہے - جیسی اعلیٰ نیت ہو - ویسا ہی اعلیٰ نتیجہ نکلتا ہے -

قربانی میں بھی نیت اصل چیز ہے اس لئے یاد رکھو اسلام کے لئے - خدا کے لئے - اور یہ سلسلہ جو اسلام کا قائم مقام ہے اس کے لئے جو قربانیاں کی جائینگی - ضائع نہیں جائینگی - اور پھر ان قربانیوں میں جو نیت ہو گی اس کے مطابق پھل ملیگا - آج ہم مال - جان عزت وآبرو - سیاست - اگر خدا کے لئے قربان کریں گے تو خدا اسے ضائع نہیں ہونے دیگا - سیاست تو کہنے کو ہے - ورنہ یہ کام خدا نے ایک ایسی قوم کے سپرد کر دیا ہوا ہے - جو عدل وانصاف سے حکمرانی کرتی ہے - پس ہر ایک چیز جو قربان کیجائے اس کے ساتھ نیت ہونی ضروری ہے اور اس کے لئے حضرت ابراہیم کی مثال بہترین مثال ہے - پھر دیکھو مکہ چھوڑنے کو تو سب نے چھوڑا - رسول کریم نے ابو بکر صدیق نے حضرت عمر وعثمان وعلی نے مگر ہر ایک کو اس کی نیت کے مطابق بدلا ملا - اسی طرح گھر تو سب نے چھوڑے - مگر خلیفہ سب نہیں بن گئے تھے - جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ہر ایک کی نیت ایک جیسی نہیں ہوتی - اور جتنا جتنا فرق ہوتا ہے - اسی کے مطابق بدلا ملتا ہے اس فرق یا کمی کے یہ معنی نہیں ہوتے ہیں - کہ ایک کے مقابلہ میں دوسرے کی نیت ناقص یا خراب ہوتی ہے - بلکہ یہ کہ مدارج میں فرق ہوتا ہے - ایک کی نیت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے اور دوسرے کی اس سے کم درجہ کی نہ کہ خراب -

حال میں مولوی محمد علی صاحب نے مجھے ایک چٹھی لکھی ہے - میں نے لکھا تھا کہ نبی کریم کے بعد کوئی فرد رسول کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی اتباع میں ایسا کامل نہیں ہوا - جیسا حضرت مرزا صاحب - بلکہ آپ کے مقابلہ میں ان میں کمی رہی ہے اس کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ یہ امت محمدیہ کے بزرگوں کی ہتک کی گئی ہے - حالانکہ کمی کے معنی یہ نہیں ہوتے - کہ کمال ہوتا ہی نہیں - کمال تو ہوتا ہے مگر اس کے بھی درجہ ہوتے ہیں - دیکھو حضرت موسیٰ عیسیٰ وداؤد - ہزاروں نبی ہوئے ہیں -

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے - کہ ان میں کوئی ایک کامل ہے - اور باقی ناقص ہیں - کامل تو وہ تھے - مگر ہر ایک کے درجہ میں فرق ہے - اور اس میں کسی کی ہتک نہیں - اسی طرح رسول کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے بعد جو بزرگ ہوتے - انھیں جس قدر تقویٰ وطہارت حاصل تھا - اس میں کوئی نقص نہ تھا - لیکن وہ کمال کے اس درجہ تک نہیں پہنچا ہوا تھا - جو مرتبہ نبوت پانے کے لئے ضروری ہے اور یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی حاصل تھی اس لئے آپ نبی ہوئے -

اسوقت میں نے جو یہ کہا ہے کہ ہجرت تو سب نے کی لیکن سب کو ایک جیسے نتائج حاصل نہ ہوئے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے - کہ جن کی ہجرت کے کم درجہ کے نتائج نکلے ان کی نیت درست اور ٹھیک نہ تھی - ٹھیک تھی - لیکن مقابلہ کے لحاظ سے اس میں فرق تھا - اور فرق نقص نہیں ہوتا اس کو نقص قرار دینا نادانی اور بیوقوفی ہے - تو عمل کے ساتھ نیت کو بہت بڑا دخل ہے - اس لئے میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں انکے لئے ہر قسم کی قربانیاں کرنے کی ضرورت ہے - وہاں اس کی بھی ضرورت ہے - کہ خالص ارادے پاک نیتوں کے ساتھ تیار رہیں تاکہ خدا کے فضلوں کے وارث ہوں - کیونکہ بغیر قربانی اور خالص نیت کے ترقی اور کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی - خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو اس بات کی توفیق بخشے -

---

وی پی آتے ہیں

وہ خریداران الفضل جن کا چندہ ۵ ماہ ستمبر میں ختم ہوتا ہے - اکتوبر کے سب سے پہلے الفضل کا وی پی لینے کے لئے تیار رہیں - مالی مشکلات کے لحاظ سے ضروری ہے کہ نہ صرف خریدار بڑھانے کی طرف احباب توجہ کریں - بلکہ وی پی جن صاحبان کے نام قیمت ختم ہونے کی وجہ سے پہنچیں وہ جلد سے جلد وصول کریں اور واپس کر کے ہمارا اور اپنا نقصان نہ کریں - وی پی واپس کرنیوالے [illegible] منیجر الفضل

ہنگامۂ یورپ

فرانسیسی فتوحات میں اضافہ ۔ لنڈن ۲۰۔ ستمبر۔ شب گذشتہ کی فرانسیسی کمیونیک مظہر ہے کہ آج ہمارے سپاہیوں نے سین کوئنٹین کے مغربی علاقے میں حملے جاری رکھے۔ اور باوجود طاقتور مزاحمت کے اپنی فتوحات میں اضافہ کر لیا۔ جنوب کی طرف ہم ہینے کے مضافات تک پہنچ گئے جیبی کے مغرب والی بلندی پر غنیم نے پھر ناکام حملہ کیا۔ ہم نے غنیم کو بھاری نقصانات پہنچائے علاوہ اپنی پیشقدمی میں خاصہ اضافہ کر لیا۔ اور سو قیدی گرفتار کئے۔

جنرل ہیگ کی شاندار کامیابی ۔ لنڈن ۲۰ ستمبر گذشتہ آٹھ دن سے چھوٹا بڑا فوجی اجتماعی معرکہ آرائیوں کا سلسلہ جاری تھا۔ ان کا خاتمہ غنیم کی اس شدید شکست پر ہوا جس کی کامیابی کا سہرا سر ڈگلس ہیگ کے سر ہے۔ اس کی خاص اہمیت یہ ہے کہ سین کوئنٹین کے مغرب اور شمال مغرب میں ہنڈنبرگ لائن کے اگلے استحکامات توڑ دئے گئے۔

یونانی اور فرانسیسی ترقی ۔ لنڈن ۲۱ ستمبر ایک فرانسیسی مشرقی کمیونیک مظہر ہے۔ کہ باوجود تند مزاحمت کے ہماری حملہ آوری ۱۹۔ ستمبر کو سرنا اور ورور کے ابین ترقی پذیر رہی۔ فرانسیسیوں اور یونانیوں نے سرنا کے سرے پر مواضع ڈشامی اور مانٹی پر چھاپہ مارا ہم نے ۹ توپیں گرفتار کی ہیں۔

بینے پر فرانسیسی قبضہ ۔ لنڈن ۲۱۔ ستمبر ایک فرانسیسی کمیونیک مظہر ہے کہ رات کے وقت ہماری افواج نے جوسینٹ کوئنٹن کے جوار میں کارروائیاں کر رہی تھیں بینے پر قبضہ کر لیا۔

تخلیہ باکو ۔ لنڈن ۱۹۔ ستمبر اب یہ شائع کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ کہ باکو خالی کر دیا گیا ہے برطانی افواج سلامتی سے واپس بلا لی گئی ہیں۔

تخلیہ باکو کی وجہ ۔ لنڈن ۱۹ ستمبر۔ جنگ کا مدت سے سنسنی خیز واقعہ باکو سے برطانوی سو افواج کی واپسی میں ظہور پذیر ہوا۔ اور ایسے حالات میں پیش آیا۔ جس سے ہماری افواج سخت خطرہ میں پڑ گئی تھیں۔ انگریز غالبا مقامی باشندوں اور گورنمنٹ سے اتحاد عمل پیدا کر رہے تھے۔ خصوصًا ساحل بحر سے سلسلہ آمد و رفت کے متعلق چنانچہ بالشویک بیڑے نے ہماری افواج کو وہاں پہنچانے کے بعد بظاہر یہ خیال کیا کہ اب کسی کوشش کی ضرورت نہیں ہے۔ ۱۷۔ اگست کے واقعہ میں جرمن سپاہی بھی غیر قابل اعتبار ثابت ہوئے۔ جبکہ انھوں نے لڑنے سے انکار کر دیا۔ اور منتشر ہو کر گھر کا رُخ کیا۔ ۲۰۔ اگست کو شمال سٹفورڈ اور ووسٹر کی افواج نے ایک باضابطہ ترکی حملہ کو مسترد کر دیا اور ترک پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دئے گئے۔ لیکن مدد نہ پہنچنے پر ہم اپنے استحکامات کو قائم رکھنے سے مایوس ہو گئے۔ اور اس کا احساس کر کے ہم نے یکم ستمبر کو تخلیہ باکو کا فیصلہ کر لیا اسی دن ترکوں نے پھر حملہ کیا۔ اور اتحادی پھر اتحاد عمل نہ کر سکے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دار کیب افواج کو ارمینین اور روسی پسپائی کی حفاظت کرنی پڑی۔ اور اندیشہ کیا جاتا ہے کہ ان کا بہت بھاری نقصان ہوا ہے۔ ۲۔ ستمبر کو روسی جرنیل شاراف کی طرف سے چند فوجیں آگئیں جس کے بعد انگریزوں نے کچھ دیر جمے رہنے کا ارادہ کیا۔ مزید کمک کے وعدے اور غنیم کی خاموشی نے ہمارے حلیفوں کا جوش بڑھا دیا۔ اور باکو میں جمے رہنے کی خواہش کو اور مضبوط کر دیا۔ بیڑے کا کام عجیب و غریب تھا۔ کیونکہ اس نے برطانوی تخلیہ کی اجازت سے انکار کر دیا۔ مقامی آبادی اپنے اختلافات رفع نہ کر سکی۔ جن کی حد یہاں تک پہنچی۔ آرمینیوں نے اس شہر کو غنیم کے حوالہ کر دینے کی گفت و شنید شروع کر دی اس سے برطانوی دستے کے لئے اور زیادہ خطرہ پیدا ہو گیا۔ آرمینیوں کی اس حرکت سے بیڑہ کو اپنی حلقہ پیمائی توپوں کی مشق کرنی پڑی۔ ۱۴۔ ستمبر کو ترکوں نے ایک طاقتور حملہ کیا اور ۱۲ گھنٹے کی معرکہ آرائی کے بعد جسکا دباؤ انگریزوں پر جیسا تھا ہمارے سپاہیوں نے شہر کو خالی کر دیا۔ خود روسی آرمینیوں کی اس حرکت ...... متنفر ہو گئے اور

ہندوستان کی خبریں

کلکتہ کے مسلمان اخبارات پر سنسر ۔ جمہور۔ محمدی۔ مسلمان پر بھی سنسر مقرر ہوا ہے۔ محمدی بنگلہ زبان میں اور مسلمان انگریزی میں ہفتہ وار کلکتہ سے شائع ہوتے ہیں۔

سوتی کپڑے کی گرانی کا انسداد ۔ اعلان کیا گیا ہے کہ قانون تحفظ ہند کی رو سے بنگال میں سوتی کپڑوں کی بہم رسانی کا انتظام سرکار اپنے ہاتھ میں لے لیگی

لٹھے کی گرانی دہلی میں لٹھا ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ روپیہ تھان بکتا ہے۔

ہندوستان میں یہودیوں کا عیدین منانا قریبًا ۵۰ یہودی افسر جو ہندوستان کے متفرق حصوں کی فوج میں کام کر رہے ہیں ملک کو چین میں اپنے آنے والی عیدیں منانے کی تجاویز کر رہے ہیں یہ غالبًا سب سے پہلا اجتماع یہودیوں کا اس ملک میں ہوگا۔

پنجاب میں رنگروٹوں کی بھرتی ۔ مجموعی تعداد ان رنگروٹوں کی۔ جو صرف ماہ اگست میں پنجاب میں بھرتی کئے گئے ہیں۔ ۱۹ ہزار سات سو ہے اس کثیر التعداد میں اس وقت تک ہندوستان کے کسی صوبہ میں ایک ماہ کے اندر رنگروٹ بھرتی نہیں ہوئے۔

نرخ گندم مختلف مقامات میں گندم کا نرخ حسب ذیل ہے۔ راولپنڈی ۶ سیر لاہور ۷ سیر فیروزپور ۷ سیر لائل پور ۷ سیر پشاور ۵ سیر اور ڈیرہ اسمعیل خاں ۸ سیر فی روپیہ۔

شملہ میں جنگی سکول ۔ پنجاب گورنمنٹ کی منظوری سے ایک جنگی اسکول شملہ میں دو سال کے لئے جنوری ۱۹۱۹ء کے تیسرے ہفتے سے کھلیگا ۷ سال سے ۱۳ سال کی عمر تک کے بچے اس میں داخل کئے جائیں گے۔

کپڑا نہ ہونے کے باعث خودکشی بنبہ (بنگال) کے نزدیک ایک گاؤں رامچندرپورہ میں ایک عورت نے اس وجہ سے خودکشی کر لی کہ اس کا خاوند اس کے لئے

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر مالکان کے لئے شائع ہوا۔